# پروپیگنڈہ کا جواب عمل سے!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کئی سال پہلے کی بات ہے، میں دہلی سے حیدرآباد آرہا تھا، میرا ریزرویشن فرسٹ کلاس میں تھا، فرسٹ کلاس کے کیبن میں عام طور پر دو یا چار برتھ ہوتے ہیں، لیکن اتفاق سے یہ بوگی کے کنارے کا کیبن تھا، وہ ایک طرف سے کسی قدر دبا ہوا تھا، اس لئے اس میں تین برتھ تھے، دہلی سے ہم دو ہی آدمی اس کیبن میں سوار ہوئے، ایک طرف میں، اور ایک طرف میرے ہی ہم عمر ایک مسافر جو سفید کرتے اور دھوتی میں ملبوس تھے، اس کی پیشانی سرخ وسفید قشقے ہندو مذہب پر اس کے ایقان اور اس کی مذہبیت کو ظاہر کررہے تھے، گاڑی جب بھوپال پہنچی تو ایک ہندو فیملی آئی، ان کے ساتھ ایک لڑکی تھی، جس کی عمر اٹھارہ بیس سال رہی ہوگی، یہ لوگ اصل میں ناگپور کے رہنے والے تھے، اور کسی ضروری امر کے تحت لڑکی کو اچانک بھیج رہے تھے، لمبا راستہ اور تنہا ایک لڑکی کا سفر، اس سے وہ لوگ پریشان تھے۔

انہوں نے کیبن میں اس کا سامان رکھا، اور حالانکہ وہ ہندو بھائی میرے سامنے ہی بیٹھے تھے، اور میری شکل وصورت سے ان کے لئے یہ پہچاننا بالکل دشوار نہیں تھا کہ میں مسلمان ہی نہیں بلکہ ایک مولوی واقع ہوا ہوں، اس کے باوجود وہ ہماری طرف مخاطب ہوئے، اور کہنے لگے: ”مولانا صاحب! اسے ناگپور جانا ہے، یہ اب آپ کی لڑکی ہے، اور ہم اسے آپ کے حوالے کررہے ہیں“ ۔گاڑی نے سیٹی بجائی اور انہوں نے ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنی لڑکی کو رخصت کیا، میں برابر اس سے پوچھتا رہا کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے، جب میں اپنے لئے پانی لینے کو اترتا تو اس کے پانی کا برتن بھی ساتھ لے لیتا۔

یہ لڑکی طالبہ تھی، اور کسی قدر شوخ بھی، کچھ دور بعد اس نے مجھ سے کچھ سوالات کئے، جب اسے معلوم ہوا کہ میں اسلامی علوم کی تدریس کا کام کرتا ہوں تو اس نے اسلام کے بارے میں بہت سے سوالات کئے، جن میں زیادہ تر قرآن اور نبی کی ضرورت سے متعلق تھے، اس نے مذہب کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ لیکن اس کے بعد اسلام میں خواتین کا کیا درجہ ومقام ہے؟ اس بارے میں سوالات کی بوچھاڑ کردی، مجھے حیرت ہوئی کہ اس بارے میں اسے کافی مخالفانہ معلومات حاصل تھیں، تعدد ازواج، طلاق، میراث، پردہ عام طور پر وہ تھوڑی بحث کے بعد میرے جواب سے مطمئن ہوجاتی، آخر میں اس نے دیت (خون بہا) کے بارے میں سوال

کیا، آپ کے مذہب میں عورتوں کے خون کی قیمت مردوں کے خون سے کم رکھی گئی ہے؟ مجھے تعجب ہوا کہ بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بھی اسلام کے قانون دیت کے بارے میں علم نہیں ہوگا، لیکن اس نوعمر غیر مسلم لڑکی کو یہ معلومات حاصل تھیں، میں نے اس کو بتایا کہ دیت کا تعلق انسان کے درجۂ ومقام سے نہیں، بلکہ اس میں دو پہلو ہیں، ایک تو قاتل کی سرزنش، دوسرے مقتول کے پسماندگان کی معاشی مدد، صورتِ حال یہ ہے کہ مرد پر خاندان کی معیشت کا بوجھ ہوتا ہے، اگر وہ مارا جائے تو بچے ہوئے لوگوں کو دکھ تو ہوتا ہی ہے، ساتھ ہی ساتھ اس کے زیر پرورش لوگوں کی گزر اوقات کا بھی مسئلہ ہو جاتا ہے، اگر عورت ماری جائے تو صدمہ تو بعض اوقات مرد کے قتل سے بھی زیادہ ہوتا ہے، کیوں کہ ایک بچہ کے دل میں ماں کی محبت باپ سے زیادہ ہوتی ہے، لیکن معاشی مسائل پیدا نہیں ہوتے، اسی بنیاد پر مرد کی دیت زیادہ رکھی گئی، تاکہ قاتل کی سرزنش بھی ہو، اور مقتول کے لوگوں کے لئے جو معاشی مسائل پیدا ہوئے ہیں، کسی حد تک ان کا مداوا بھی ہو سکے، عورت کی دیت میں صرف قاتل کی سرزنش کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اس لئے مقدار کا یہ فرق مقتول کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے، نہ کہ درجۂ ومقام کی بناء پر، اگر درجۂ ومقام کی بناء پر دیت میں فرق کیا جاتا تو نیک وبد اور عالم وجاہل، حاکم اور محکوم اور مذہبی نقطۂ نظر سے مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان بھی کیا جاتا۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھے اسلام سے بڑی دلچسپی ہے، اور یہ میرے لئے بہت اچھا موقع ہے کہ مجھے براہ راست ایک مسلمان اسکالر سے اسلام کو سمجھنے کا موقع مل رہا ہے، اس نے مجھ سے بار بار اشتعال انگیز اور غصہ دلانے والے سوالات کئے، لیکن میں نے ہمیشہ تحمل اور صبر کے ساتھ جواب دیا، اس بات نے خاص طور سے اسے متاثر کیا، اور کہنے لگی کہ کیا آپ کو غصہ آتا ہی نہیں ہے؟ میں نے اسے حضور کی وہ حدیث سنائی جس میں بار بار آپ سے جینے کا طریقہ دریافت کیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار ایک ہی بات ارشاد فرمائی کہ غصہ نہ کرو، لا تغضب، جب ٹرین ناگپور پہنچی تو اس کے ماموں وغیرہ پلیٹ فارم پر موجود تھے، اس نے اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ "مولانا صاحب ہمارے گرو اور ہمارے پتا جی کے سمان ہیں"، یعنی ہمارے استاذ اور باپ کے درجہ میں ہیں، پھر ٹرین کھلنے تک وہ لوگ رکے رہے، اور میری تواضع کرتے رہے۔ یہ واقعہ ہمیں ہمیشہ یاد رہتا ہے، جہاں تک اسلام کے بارے میں سوال وجواب کی بات ہے، تو اس کی نوبت تو ٹرینوں اور سواریوں میں آتی ہی رہتی ہے، اصل میں جس چیز نے مجھے متاثر کیا وہ یہ کہ اس کیبن میں میرے برابر ہی میں ایک ہندو شخص موجود تھا اور اپنی ہندو پہچان کے ساتھ تھا، نیز اسے بھی حیدرآباد آنا تھا، انسان کے لئے عزت وآبرو کا مسئلہ جان ومال سے بھی زیادہ اہم ہوتا ہے، لیکن بہ مقابلہ اس غیر مسلم کے ہندوستان میں ہندو فکر کے سب سے بڑے مرکز ناگپور کے ہندوؤں نے ایک مسلمان مولوی پر زیادہ اعتماد کیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام اور حاملین اسلام کے بارے میں سماج کیا سوچتا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ یہ سوچ تجربات پر مبنی ہوتی ہے۔ ۱۱ر ستمبر کے واقعہ سے پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمی کی گھٹائیں چھا گئی ہیں، لیکن خود میرے ساتھ بعض واقعات اس کے بعد ایسے پیش آئے جس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا، حیدرآباد میں ایک مارکیٹ ٹرپ بازار ہے، جس میں الیکٹرک اشیاء اور تعمیری سامان کے علاوہ گیس کے چولہوں کی بھی بڑی دکانیں ہیں، جمعہ کے دن مسجد جاتے ہوئے ایک چولہا خریدنے اسی بازار کی ایک دکان میں جانا

ہوا، جو ہندو بھائی کی دکان ہے، ہم نے ایک چولہا پسند کیا، قیمت طے کرلی، اور اسے پیک کرالیا، اب جو جیب میں ہاتھ ڈالا، تو متعینہ قیمت میں پانچ سو روپے کم تھے، میں بڑا شرمندہ ہوا، اور ان سے کچھ ظاہر کئے بغیر کہا کہ آپ ابھی اس سامان کو اسی طرح رہنے دیں، میں انشاء اللہ کل آکر لے جاؤں گا، اس نے سبب پوچھا، میں نے ٹالنا چاہا، لیکن جب اس نے اصرار کیا تو میں نے صورت حال بتادی، اس نے بلا تامل کہا کہ اس میں کیا بات ہے؟ جو پیسے ہیں دے دیں اور چولہا لے جائیں، آپ دھوکہ تھوڑا ہی دیں گے، میں ہچکچایا، لیکن اس نے اپنے ملازم سے چولہا میری گاڑی میں رکھوادیا، اور کہا کہ کل ہی پیسہ لاکر دینا ضروری نہیں، آپ دو چار روز میں جب بھی اس طرف آئیں، اس وقت مجھے پیسے دے دیں، ظاہر ہے کہ اس کا یہ اعتماد مجھ پر نہیں، بلکہ داڑھی، ٹوپی اور میری مولویانہ وضع پر تھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے بدترین پروپیگنڈوں کے باوجود آج بھی مسلمان مذہبی طبقہ پر لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی مسلمان جھوٹ بولتا تو غیر مسلم انہیں عار دلاتے کہ تو مسلمان ہو کر جھوٹ بولتا ہے؟ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اور معمولی واقعات ہیں، اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اور بہت سے عملی طور پر اس کے تجربے سے گزرتے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ملک کے رہنے والوں کے ذہن پر اسلامی اقدار اور اسلامی اخلاق کے تئیں ایک نقش جمیل اب بھی ثبت ہے۔

فرقہ پرست عناصر چاہتے ہیں کہ غیر مسلم اذہان سے اس نقش کو مٹادیں، اور ان کے ذہن میں یہ بات راسخ کردیں کہ مسلمان قاتل، رہزن، لٹیرے، عورتوں پر ظلم وجور روا رکھنے والے، دھوکہ باز اور اپنی قوم کے علاوہ سبھوں سے نفرت کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، مسلمان علماء اور اہل مدارس کے بارے میں لوگوں کے ذہن میں عام تصور یہی تھا کہ یہ نیک اور انسانیت پسند لوگ ہوتے ہیں، اسی لئے خاص طور پر انہیں دہشت گرد اور شدت پسند ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ ایسی صورت حال ہے کہ آزاد ہندوستان میں مدارس کے لئے کبھی ایسی صورتِ حال پیش نہیں آئی تھی، اور دوسری جنگ عظیم کے بعد عالمی سطح پر مسلمان ایسی ''پروپیگنڈہ جنگ'' کا نشانہ نہیں بنے تھے، پروپیگنڈے کی یہ جنگ توپ وتفنگ کی جنگ سے بھی بڑھ کر ہے، کیوں کہ ہتھیاروں کی جنگ ہر جگہ نہیں کی جاسکتی، اور ہر شخص اس سے متاثر نہیں ہوتا، لیکن پروپیگنڈہ کے لئے کوئی سرحد اور کوئی دائرہ نہیں ہے، یہ بچے سے بوڑھے، مردوں سے عورتوں، اور دانش وروں سے جاہلوں تک ہر طبقہ کو متاثر کرتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نصف صدی سے مغرب کی غلامی کی وجہ سے ہم اس موقف میں نہیں ہیں کہ ان پروپیگنڈوں کا مقابلہ ان ہی وسائل سے کریں جنہیں مغرب استعمال کررہا ہے، کیوں کہ ذرائع ابلاغ پر پوری طرح مخالف اسلام لابی (Lobby) قابض ہے، عالم اسلام کا حال یہ ہے کہ ان کی کوئی منظم، عالمی نیوز ایجنسی بھی نہیں ہے، جو لوگوں تک صحیح خبریں پہنچائے، اور جھوٹی خبروں کا پردہ فاش کرے، ہندوستان میں ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی انگریزی اخبار نہیں، نہ مسلمانوں کا ایسا ٹی وی چینل ہے جس کی رسائی دوسرے چینلوں کے مقابلہ کی ہو، اس غفلت کیش، بے سروسامانی اور وسائل واسباب کے باب میں بے جا قناعت کے ساتھ ہم کیا خاک اس پروپیگنڈہ کا مقابلہ کرسکیں گے؟

ہمارے لئے ایک ہی صورت ہے کہ ہم پروپیگنڈہ کا جواب عمل کے ذریعے دیں، عمل کے جواب میں کچھ دیر لگتی ہے، لیکن اس کے اثرات گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں، پروپیگنڈہ کے ذریعے جلد پھیلتی ہے، لیکن اس کا اثر دیر تک نہیں رہتا، مسلمان ایک منصوبے کے ساتھ غیر مسلم بھائیوں سے حسن سلوک اور حسن اخلاق کا رویہ اختیار کریں، یہ کوئی مصنوعی اور نمائشی عمل نہیں ہوگا بلکہ اسلامی احکام اور نبوی ہدایات کے عین مطابق ہوگا۔ سفر کے درمیان جن غیر مسلموں کا ساتھ ہو، ان سے نرم گفتگو کریں، ان کے معاملے میں ایثار سے کام لیں، کوئی عورت یا عمر دراز شخص آجائے تو خود سمٹ کر یا اٹھ کر ان کو بٹھا دیں، کسی کو پانی کی ضرورت ہو تو پانی پیش کریں، غیر مسلم فقراء کی اعانت کریں، محلہ میں کوئی غیر مسلم بیمار ہو تو اس کی عیادت کرلیں، غریب ہو تو علاج کے لئے کچھ پیسہ دے دیں، غیر مسلم بھائی کے یہاں شادی ہو، یا بچہ کی ولادت ہو تو جا کر مبارک باد دیں، کسی کے یہاں انتقال ہو جائے تو تعزیت کریں، اسپتالوں میں جا کر بیمار غیر مسلم بھائیوں کو پھل پیش کریں، آپ ڈاکٹر ہوں تو ان میں جو غریب لوگ ہوں، مفت ان کا علاج کردیں، تاجر ہوں تو غیر مسلم گاہکوں کے ساتھ اکرام سے پیش آئیں۔

اگر وہ اپنی ناسمجھی یا تعصب کی وجہ سے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والے سوالات کرلیں تو بغیر اشتعال کے سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ان کے سوال کا جواب دیں، اگر کسی مسلمان اور غیر مسلم کا معاملہ ہو تو مسلمان کی بے جا طرف داری نہ کریں، بلکہ جو بات عدل وانصاف کی ہو وہ کہیں، ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائیں، ان کے دیوی دیوتاؤں اور مذہبی پیشواؤں کے بارے میں سطح سے گری ہوئی باتیں نہ کہیں، آپ کے پڑوس میں جو غیر مسلم رہتے ہوں اپنی جان ومال کی طرح ان کی جان ومال اور اپنی عزت وآبرو کی طرح ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کریں۔

یہ ساری باتیں سیاست اور وقتی مصلحت کی نہیں ہیں، بلکہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے ان باتوں کا حکم دیا ہے، اور یہ ایک مذہبی فریضہ ہے، جو ہم پر بحیثیت مسلمان عائد ہوتا ہے، اگر واقعی ہم دین کے ان احکام پر عمل کریں اور عملی زندگی میں اس کو ملحوظ رکھیں تو یہ عمل کے ذریعے پروپیگنڈہ کا جواب ہوگا، یہ جواب انشاء اللہ اس پروپیگنڈہ سے زیادہ موثر اور دیرپا ہوگا۔ مکہ والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی پروپیگنڈہ مہم کو تیز کئے ہوئے تھے، حج کا اجتماع، عکاظ کا تجارتی میلہ اور اسفار ہر جگہ وہ پوری قوت سے اس مہم میں سرگرم تھے، ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ سے پہلے یہ مواقع حاصل نہیں تھے، لیکن مدینہ کی بستی کو آپ نے اخلاق ومحبت، مروت ورواداری اور انسانی شرافت کا گہوارہ بنادیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ پروپیگنڈوں سے بدگمان رہتے، اور کسی مسلمان سے گھنٹہ دو گھنٹہ بھی ملاقات ہوتی تو ان کے دل کی حالت بدلنے لگتی، مکہ سے ہجرت کرکے آنے والے مسلمانوں کی تعداد تین سو کے آس پاس تھی، لیکن جب فتح مکہ کے موقع پر مسلمان فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کی تعداد کم وبیش دس ہزار تھی، اور جان نثاروں کے اس نورانی لشکر کو دیکھ کر اہل مکہ کی نگاہیں خیرہ ہو رہی تھیں، یہ کس چیز کا کرشمہ تھا؟ یہ وہی عمل اور حسن اخلاق کے ذریعے پروپیگنڈہ کا مقابلہ تھا، اس وقت یہ ہمارا مذہبی فریضہ ہے کہ ہم حسن عمل، حسن سلوک، حسن اخلاق اور حکمت ومصلحت کی تلوار سے اس جھوٹے پروپیگنڈہ کا مقابلہ کریں۔